مسند احمد بن حنبلؒ

حافظ محمد یٰسین بٹ☆

دوسری اور تیسری صدی ہجری کے فقہاء اور محدثین میں امام احمد بن حنبلؒ کا نام بہت نمایاں ہے۔ ایک فقہی مسلک بھی ان کی طرف منسوب ہے۔

ربیع الاول ۱۶۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ فقہ و حدیث کا یہ سورج سرزمین بغداد سے طلوع ہوا اور بارہ ربیع الاول ۲۴۱ ہجری کو وہیں غروب ہو گیا۔ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے شیبانی ہیں۔ خالص عربی النسل ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب بصرہ شہر آباد کیا تو آپ کے دادا عبدالملک بن سوادہ نے وہاں رہائش اختیار کر لی تھی۔ خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور میں امام کا خاندان بصرہ سے بغداد منتقل ہو گیا تھا۔ خلافت عباسیہ کے قیام و دوام میں ان کے خاندان نے بہت موثر اور نمایاں کردار ادا کیا۔ (۱)

تعلیم و تربیت:

امام احمد کی تمام تر تعلیم و تربیت بغداد میں ہوئی ۔ بغداد اس وقت نہ صرف حکومت و اقتدار کا سرچشمہ تھا بلکہ تہذیب و تمدن اور علم و فن کا مرکز بھی تھا۔ وہاں مفسر، محدث، فقیہ، لغت اور فلسفے کے ماہر سبھی موجود تھے۔ ہر گروہ، ہر طبقے اور ہر مسلک کے حلقے اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے۔

امام احمد کے والدین اور اساتذہ کی خواہش تھی کہ وہ جامع علوم و فنون بنیں۔ لوگ ان سے استفادہ کریں اور ان کی حیثیت مرجع خلائق کی ہو۔ اللہ نے ان کے سرپرستوں کی یہ خواہش پوری کی ۔ یہاں تک کہ ان کے بڑوں نے ان کے بارے میں یہ بات کہی۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، ٹیکسلا۔

"اس نوجوان کو دیکھو یہ اپنی محنت اور حسن ادب کے باعث اپنے اقران اور ہم عصر ساتھیوں کے لئے کیسا پسندیدہ اور قابل رشک بن گیا ہے" (۲)

امام احمد کے بارے میں ابو ثور نے جو تبصرہ کیا وہ ان کی شخصیت پر بہت جامع اور بھرپور تبصرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں"۔

"اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ امام احمد اہل جنت میں سے ہیں تو وہ ان پر کوئی احسان نہیں کرتا، بس ایک سچی بات کہتا ہے، اگر کوئی شخص عراق، شام اور اس کے مضافات میں ایک عرصہ رہ کر آئے تو وہ لوگوں کو وہاں یہی کہتے ہوئے سنے گا کہ امام احمد مرد صالح تھے۔ کوئی شخص خراسان اور اس کے مضافات میں رہ کر آئے تو وہاں کے لوگوں کو یہی کہتا ہوا پائے گا کہ امام احمد بلاشبہ عالم، محدث اور متقی تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس دور کی امت ان کے علم و فضل اور صالحیت پر متفق ہے" (۳)۔

امام احمد کی شخصیت اگرچہ جامع کمالات تھی لیکن ان کی شہرت ایک محدث اور صاحب مذہب فقیہ کی حیثیت سے ہوئی۔ گو متاخرین ان کو ایک فقیہ اور صاحب مذہب کی حیثیت سے زیادہ جانتے ہیں مگر متقدمین میں وہ محدث کی حیثیت سے زیادہ معروف تھے۔

بجا کہ امام احمد بن حنبل فقیہ تھے۔ مگر ان کے صلاح و تقوی نے ان کے تفقہ پر غلبہ پالیا تھا۔ وہ احادیث رسول اور آثار صحابہ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ دوسرے فقہاء جن مقامات سے اپنا سفر شروع کرتے تھے وہاں پہنچ کر ان پر تردد اور تامل کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ان کے قدم رک جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے یہ خیال کیا کہ وہ فقیہ اور مجتہد نہ تھے، محدث تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "الانتقاء" میں اور ابن خلدون نے اپنے "مقدمہ" میں ان کے فقہی مسلک کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ محدث تھے، فقیہ نہ تھے۔ ان کی اسی رائے کی بناء پر امام احمد بن حنبل کے پیروکاروں نے طبری کو بعض تکلیفیں بھی پہنچائیں مگر انہوں نے اپنی اس رائے سے رجوع نہیں کیا۔

بعض وہ فقہاء جو خلافیات کے مسائل میں بحث کرتے ہیں، امام احمد کا ذکر نہیں کرتے۔

مثلاً طحاوی، نسفی، دبوسی اور غزالی نے اختلافی مسائل میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ ابن عبدالبر مالکی، ابن قتیبہ، ابن خلدون اور مقدسی نے ان کا تذکرہ صرف ایک محدث کی حیثیت سے کیا ہے۔ فقیہ اور مجتہد کی حیثیت سے ان کا ذکر نہیں کیا۔

قاضی عیاض اپنی کتاب "مدارک" میں کہتے ہیں کہ ۔ امام احمد فقیہ نہ تھے۔ فقہ کے بنیادی ماخذ و مصادر پر ان کی نظر گہری نہ تھی۔ (۴)

امام احمد کے بارے میں حافظ ابن قیم جوزی نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں جو بات کہی وہ بہت متوازن اور حقیقت سے قریب معلوم ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"امام احمد نے فقہ میں کوئی کتاب اس لئے مدون نہیں کی کہ وہ حدیث کے علاوہ کسی اور موضوع پر تالیف کتب کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسن نیت سے واقف تھے۔ اس لیے اس کے باوجود کہ انہوں نے فقہ اور فتاوی پر مشتمل کوئی کتاب مرتب نہیں کی۔ لیکن ان کے مخلص اور محنتی شاگردوں نے ان کی آراء اور فتاوی کی جمع و تدوین پر پوری توجہ دی" (۵)

امام احمد بن حنبل کا علمی مقام۔

امام شافعی کی زندگی ہی میں آپ کے علم کی شہرت چار دانگ عالم میں پہنچ گئی، بلکہ حدیث و اثر میں ان کی شہرت اسی وقت سے شروع ہو گئی، جب ابھی وہ نوجوان تھے، اور شیوخ وقت سے کسب فیض کر رہے تھے۔ امام کے استاد، امام شافعی اپنے شاگرد سے فرمایا کرتے تھے۔

"احادیث صحیحہ کے تم ہم سے زیادہ عالم ہو، جب تم تک کوئی صحیح حدیث پہنچے تو مجھے اس سے ضرور باخبر کرو تاکہ میں اس کے مطابق مسلک اختیار کروں خواہ حدیث کسی شامی کی ہو یا مصری کی"۔ (۶)

ایک بار امام شافعی نے ان کے بارے میں فرمایا۔

دنیا کے عجائبات میں تین چیزیں ہیں۔

۱۔ ایک شخص عرب ہے، لیکن عربی کا ایک کلمہ بھی صحیح نہیں بول سکتا، وہ ہے ابو ثور۔

۲۔ دوسرا شخص عجمی ہے، لیکن عربی کا ایک جملہ بھی غلط نہیں بول سکتا، وہ

ہے حسن زعفرانی۔

۳۔ ایک نو عمر ہے، لیکن جب کوئی بات کہتا ہے تو وقت کے اکابر اس کی تصدیق کرتے ہیں، وہ ہے احمد بن حنبل۔

امام شافعی کے ایک شاگرد حرملہ بن یحیی کہتے ہیں۔

"میں بغداد سے رخصت ہوا وہاں میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کو بھی احمد بن حنبل سے زیادہ خداترس، پارسا، اور فقیہ نہیں چھوڑا۔

امام شافعی اپنے اس لائق شاگرد کو علم روایت اور فقہ کا ماہر تو سمجھتے ہی تھے، لیکن ان کی فراست پر بھی بہت بھروسہ کرتے تھے، چنانچہ ان کے ایک شاگرد محمد بن صباح ان سے روایت کرتے ہیں۔

"میں نے احمد بن حنبل اور سلیمان بن داود الہاشمی سے زیادہ دانا اور صاحب فراست کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔ (۷)

یہ وقت کے ایک بہت بڑے عالم، مجتہد اور امام ۔ شافعی ۔۔ کے اقوال ہیں۔ امام احمد کے بارے میں، جو ابھی بالکل نوجوان ہی تھے اور کوئی شبہ نہیں کہ پھر ماہ و سال کے گذرنے کے بعد بھی، وہ حدیث و فقہ کی تحصیل و طلب سے ایک دن کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے، ان کا علم ماہ و سال کی گردش کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا، فراست اور دانائی میں اضافہ ہوتا رہا، ان کا نام مشہور ہوتا اور ان کا چرچا پھیلتا رہا اور دور ابتلا کے بعد تو ان کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا، کیونکہ انہوں نے نہایت شان کے ساتھ تکلیفوں اور مصیبتوں کو جھیلا، اور پوری استقامت اور صبر جمیل کے ساتھ انہیں برداشت کیا۔ اس سلسلہ میں ہم ان کے معاصرین میں سے کچھ کے افکار و آراء بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔

حافظ علی بن المدینی، امام صاحب کے ایک معاصر کہتے ہیں:

"ہم میں ابو عبداللہ احمد بن حنبل سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہیں ہے، میں انہیں پچاس سال سے جانتا ہوں، اس مدت میں ان کی خوبی اور بھلائی بڑھتی ہی رہی ہے۔

آپ کے ایک دوسرے ہم عصر ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں۔

"علم چار آدمیوں پر ختم ہو گیا ہے، احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحیی بن معین، اور ابو بکر بن شیبہ، اور احمد ان سب سے زیادہ فقہ کے ماہر تھے، میں نے احمد سے زیادہ سنت رسول کا عالم کوئی اور نہیں دیکھا"

یحیی بن معین کا آپ کے بارے میں ارشاد ہے:

"خدا کی قسم، احمد کی سی طاقت ہم میں کہاں! اور اس طریق پر ہم نہیں چل سکتے۔

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے۔

"سفیان ثوری کی مروجہ حدیثوں کا سب سے بڑا عالم احمد بن حنبل ہے، جب بھی میں احمد کو دیکھتا ہوں بے ساختہ سفیان ثوری یاد آ جاتے ہیں"۔ (۸)

اور یہ سفیان ثوری، اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ و محدث، زاہد اور نفس عفیف کے مالک تھے۔

یہ تھیں امام احمد بن حنبل کے بارے میں ان کے اساتذہ اور ہم عصر اہل علم و فضل کی آراء، اب ہم ان کی مرتبہ کتاب کے تعارف کی طرف آتے ہیں کیونکہ ہماری گفتگو کا موضوع ان کی شخصیت نہیں، ان کی کتاب ہے جو "مسند احمد بن حنبل" کے نام سے متعارف ہے۔

مسند احمد اور دوسری مسانید۔

امام احمد کی تصنیف سے پہلے بھی اس موضوع پر تالیف و ترتیب کا کام شروع ہو چکا تھا، ائمہ اربعہ میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی مسانید موجود ہیں، لیکن ان کی تالیف و ترتیب خود ان حضرات نے نہیں کی تھی اور نہ ان کو مسند احمد جیسی شہرت نصیب ہوئی، کیونکہ استقصاء، جامعیت اور استناد۔ ہر لحاظ سے ان کا پایہ اس سے کم ہے، دوسرے علماء میں ابو داود طیالسی اور بعض دوسرے ائمہ محدثین کی مسانید بھی مشہور ہوئیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسانید کے نام سے احادیث کے جو مجموعے مرتب کئے گئے، ان میں سے کسی کو بھی مسند احمد کی طرح شہرت و اعتبار حاصل نہ ہو سکا، خالص فنی لحاظ سے بھی ان میں سے کسی مسند کو امام صاحب کے مسند کے

مقابلہ میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس لئے عام طور پر علماء نے عام مسانید سے اس کے مقابلہ و محاکمہ کی کبھی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی۔

مسند کی تعریف۔

مسند اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اسناد اول سے آخری راوی تک متصل ہوں' لیکن اس کا استعمال عموماً ان ہی حدیثوں پر ہوتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوں' صحابہ کرام کی مرویات پر جن کی سند رسول اللہ تک نہ پہنچتی ہو' اس کا اطلاق نہیں ہوا۔ حافظ ابن عبدالبر نے اس کی تصریح کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس قسم کی روایت متصل بھی ہو سکتی ہے اور منقطع بھی' جیسے امام مالک نے زھری سے اور وہ عبداللہ بن عباس کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں بیان کی ہیں وہ منقطع ہونے کے باوجود بھی مستند ہیں۔ اس لیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کا سلسلہ روایت پہنچ جاتا ہے' لیکن چونکہ زھری کا عبداللہ بن عباس سے سماع ثابت نہیں ہے' اس لئے وہ منقطع ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے محدثین کی ایک جماعت کا یہ خیال بھی نقل کیا ہے کہ مسند وہی احادیث کہلاتی ہیں جن کی سند میں کوئی انقطاع نہ ہو اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل و مرفوع طریقہ پر ثابت ہوں۔ کتب حدیث کی قسموں میں ایک قسم مسانید بھی ہے' یہ ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں صحابہ کی ترتیب پر حدیثیں مرتب کی جاتی ہیں' یہ ترتیب یا تو حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتی ہے یا سبقت فی الاسلام کے اعتبار سے اور کبھی شرافت نسب کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے۔ (۹)

حروف تہجی کے لحاظ سے اگر حدیثیں مرتب کی جائیں گی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیثیں پہلے' پھر حضرت اسامہ اور حضرت انس وغیرہ کی' اور اگر سبقت اسلام کا لحاظ کیا جائے گا تو عشرہ مبشرہ کی حدیثیں پہلے' پھر شرکائے بدر' اہل حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے صحابہ کی احادیث ہوں گی' پھر صحابیات کی روایتیں' ان میں ازواج مطہرات کی روایتیں سب پر مقدم ہوں گی' اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے مروی حدیثیں ہوں گی۔

اگر قبائل و انساب کے لحاظ سے ترتیب ہو گی تو سب سے پہلے بنو ہاشم کی مسانید' خصوصاً

امام حسین اور حضرت علی مرتضیٰ کی روایتیں ہوں گی' اس کے بعد ان قبائل کے راویوں کی حدیثیں ہوں گی جن کو نسب کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرب ہوگا۔ اس صورت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی روایتیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی روایتوں سے پہلے لکھی جائیں گی اور حضرت ابوبکر صدیق کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیثوں پر مقدم ہوں گی۔ (۱۰)

کتب حدیث کی تدوین میں ایک طریقہ تو ابواب کی ترتیب پر ہوتا ہے یعنی ہر باب کے تحت اس سے متعلق احادیث ذکر کی جاتی ہیں' اور دوسرا مسانید پر جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی لیکن کبھی کبھی فقہی ابواب پر مرتب کتابوں کو بھی مسند کہا جاتا ہے' بشرطیکہ ان کی ترتیب حروف و کلمات پر ہو اور اس میں ہر حدیث کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مذکور ہو' اس لئے کہ وہ مسند اور مرفوع حدیثوں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ اسی لئے امام بخاری نے اپنی کتاب کا نام "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ و سننہ و ایامہ" اور امام مسلم نے بھی اپنی صحیح کو اسی اعتبار سے مسند کہا ہے اور سنن دارمی کو بھی مسند دارمی کہا جاتا ہے۔

تعداد و ترتیب مسانید۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے مسند احمد میں اٹھارہ مسانید بتائے ہیں لیکن پیش نظر نسخہ میں ان کی تعداد ۲۹ ہے' جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)مسند ابوبکر' (۲)مسند عمر بن خطاب' (۳)مسند عثمان' (۴)مسند علی' (۵)مسند طلحہ بن عبداللہ' (۶)مسند زبیر بن العوام' (۷)مسند سعد بن ابی وقاص' (۸)مسند سعید بن زید' (۹)مسند اہل بیت (۱۰)مسند بنی ہاشم' (۱۱)مسند عبداللہ بن عباس' (۱۲)مسند عبداللہ بن مسعود' (۱۳)مسند عبداللہ بن عمر' (۱۴)مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص' (۱۵)مسند ابی ہریرہ' (۱۶)مسند ابی سعید خدری' (۱۷)مسند انس بن مالک' (۱۸)مسند جابر بن عبداللہ انصاری' (۱۹)مسند مکیین' (۲۰)مسند صفوان' (۲۱)مسند حکیم بن حزام' (۲۲)مسند مدنیین' (۲۳)مسند شامیین' (۲۴)مسند کوفیین' (۲۵)مسند بصریین' (۲۶)مسند انصار' (۲۷)مسند فضالہ' (۲۸)مسند عائشہ' (۲۸)مسند القبائل۔ (۱۱)

ان عنوانات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں تو سبقت فی الاسلام کا لحاظ رکھا گیا ہے' لیکن پھر اس اصول کو نظر انداز کر دیا گیا' اور کہیں حسب و نسب کی' کہیں ملک و

قبیلہ کی رعایت کی گئی ہے اور کہیں ان میں سے کسی چیز کا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے' اگر کوشش کی جاتی تو تعداد مسانید میں بھی اختصار سے کام لیا جا سکتا تھا۔

مسانید کے قواعد سے انحراف کے باوجود چونکہ اس میں مسند کی اصل خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی ہر ہر صحابی کی حدیثیں الگ الگ لکھی گئی ہیں' اس لئے اس کا شمار بھی ان ہی میں کیا جاتا ہے لیکن اس اصول کی بھی پوری پابندی مسند میں نہیں ہے' مثلاً مسند ابوبکر میں ایک روایت عبداللہ بن عباس کی آ گئی ہے' جس کا حضرت ابوبکر سے کوئی تعلق نہیں۔ مسند عمر کے بعد حدیث سقیفہ کے عنوان سے آٹھ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں صرف ایک ہی طویل روایت کا اس سے تعلق ہے' اور چھ روایتیں جو حضرت عبداللہ بن عمر کے واسطہ سے نقل کی گئی ہیں' ان کا نہ تو حضرت عمر سے کوئی تعلق ہے اور نہ واقعہ سقیفہ سے بلکہ وہ سب بیوع سے متعلق ہیں۔ مسند عثمان میں بھی دو روایتیں اسی طرح کی ہیں۔ جن کا ان سے کوئی تعلق نہیں' مسند عبداللہ بن مسعود میں بھی ایک روایت اسی طرح کی پائی جاتی ہے' اور مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص میں کئی غیر متعلق روایتیں عمرو بن شعیب عن جدہ کے واسطہ سے اور ایک روایت اعشی شاعر کی بھی ہے۔ (۱۲)

بعض جگہوں میں محض معمولی اور ادنی مناسبت کی بناء پر غیر متعلق روایتیں لائی گئی ہیں' مثلاً حدیث السقیفہ میں انس بن مالک کی ایک روایت جو انصار کے فضائل میں ہے' مسند ابن عباس' مسند ابی مسعود اور ابن عمر میں بھی اسی طرح کی احادیث ملتی ہیں۔

ترتیب و تقسیم کی بعض اور فروگزاشتوں کا پہلے ذکر ہو چکا ہے' مثلاً مسند کوفیین کا دو جگہ عنوان یا مسند النساء کو مسند عائشہ اور مسند القبائل میں خلط ملط کر دینا' حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی ترتیب کی ان خامیوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱۳)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے مسند کو مسودہ کی صورت میں چھوڑا تھا اور اس کی ترتیب و تہذیب آپ کے صاحبزادہ نے کی ہے۔ اس لئے ان سے اس طرح کی غلطیوں کا ہو جانا بعید نہ تھا کیونکہ وہ خود اصل جامع نہ تھے۔ ان خامیوں کی ذمہ داری امام صاحب پر عائد نہیں ہوتی۔

اس طریقہ تصنیف کا فائدہ:

مسند کے جس طریقہ تصنیف کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس طریقہ تصنیف کے مقابلہ میں دشوار اور وقت طلب معلوم ہوتا ہے جس میں ابواب کا لحاظ کیا جاتا ہے' کیونکہ اگر کسی شخص کو کسی حدیث کی تلاش ہو' اور اسے صحابی کا نام معلوم نہ ہو تو پوری کتاب پڑھنی پڑے گی' اور اگر صحابی کا نام بھی معلوم ہو لیکن اس صحابی سے بہت زیادہ حدیثیں منقول ہوں' جب بھی تلاش میں دقت اور دشواری ہوگی۔ اور اگر مجرد تلاش مقصود ہو اور کوئی چیز ذہن نشین نہ ہو تو استفادہ میں مزید دشواری ہے لیکن قدیم زمانہ میں تصنیف کا یہ طریقہ رائج تھا اور امام احمدؒ سے پہلے بھی اس طرح کے مسانید کے مجموعے پائے جاتے تھے' اس طریقہ تالیف کا مقصد تدوین حدیث تھا' تاکہ حدیثوں کے الفاظ محفوظ ہو جائیں اور ان سے استنباط احکام کیا جا سکے' قدیم زمانہ کے لحاظ سے یہ طریقہ اس لئے مفید تھا کہ اس وقت لوگوں کو حدیث سے بڑا اشتغال تھا اور ان کو اکثر حدیثیں حفظ رہتی تھیں' بلکہ سور قرآن کی طرح وہ مسانید صحابہ کو بھی محفوظ اور ازبر کرتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے اس میں کوئی دشواری اور دقت نہ ہوتی تھی بلکہ حافظہ کی قوت کو باقی رکھنے کے لئے یہی طریقہ بہتر سمجھا جاتا تھا' مگر اب جبکہ لوگوں کا اعتماد یادداشتوں اور کتابی ضبط و تحریر پر رہ گیا ہے یہ طریقہ فرسودہ اور اس کی وجہ سے مسانید سے استفادہ بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے بعض علماء نے ابواب پر بھی اس کو مرتب کرنے کی کوشش کی تاکہ استفادہ میں سہولت ہو۔

مسند کا زمانہ تالیف:

اگرچہ مسند کی تالیف کا کام ۱۸۰ھ میں شروع ہوا ہے لیکن امام موصوف اس کی جمع و ترتیب کا کام ساری زندگی کرتے رہے اور یہ کام کچھ اس قدر انہماک کے ساتھ کیا کہ اس کی تبویب' تنظیم اور ترتیب کی طرف متوجہ نہ ہوسکے ان کے پیش نظر صرف جمع و تدوین تھی اس کی خاطر انہوں نے پوری زندگی کے شب و روز صرف کر دیئے۔ مسودات کی صورت میں اوراق متفرقہ کا یہ مجموعہ ان کے پاس موجود تھا اور ابھی تشنہ تکمیل تھا کہ امام ممدوح کو سفر آخرت پیش آ گیا۔ حافظ ابوالخیر شمس الدین جزری المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد میں فرماتے ہیں۔

> "امام احمد نے مسند کی جمع و تدوین کا کام شروع کیا اسے ورقوں میں الگ الگ لکھا پھر اسے جدا جدا اجزاء میں تقسیم کیا تاآنکہ اس نے ایک مسودے کی

صورت اختیار کرلی۔ بعد ازیں تکمیل سے پہلے ہی پیام موت آگیا۔ انہوں نے اپنی اولاد اور اہل بیت کو اسے پہلی فرصت میں سناڈالا اور قبل اس کے کہ اس کی تنقیح و تہذیب پوری ہوتی آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور مسودہ جوں کا توں رہا۔ پھر ان کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد نے ان روایات کی مشابہ اور مماثل مسموعات بھی اس میں شامل کر دیئے"۔ (۱۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند احمد صرف امام کی محنتوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں ان کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد کے اضافے بھی ہیں۔ اگرچہ جو کچھ اضافہ ہے اس کا اکثر حصہ عبداللہ بن احمد نے امام احمد ہی سے سنا ہے۔ لیکن یہ وہ حصہ ہے جسے مسند کا املا کراتے وقت امام احمد املا نہیں کرا سکے۔ امام عبداللہ بن احمد کی جلالت شان کا اندازہ کرنا ہو تو طبقات میں ابن یعلی کی یہ شہادت پڑھیے۔

صالح اپنے والد امام احمد سے بہت کم لکھتے ہیں لیکن عبداللہ نے اپنے والد سے اتنی زیادہ روایت کی ہے کہ دنیا میں کوئی ان کا حریف نہیں بن سکتا انہوں نے مسند، تفسیر، ناسخ و منسوخ، تاریخ حدیث، آیات کتاب اللہ کی تقدیم و تاخیر، جوابات قرآن اور مناسک کبیر و صغیر کا علم حاصل کیا اس کے علاوہ دوسری مصنفات اور حدیث شیوخ کا مطالعہ کیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اکابر شیوخ عبداللہ کی معرفت علل کو مانتے ہیں عبداللہ طلب حدیث میں ہمیشہ سرگرم رہے غرض سلف سے خلف تک عبداللہ کے علم و فضل اور جلالت شان کا سب کو یکساں اقرار ہے۔ (۱۵)

مسند کا موجودہ نسخہ امام موصوف کے صاحبزادے عبداللہ ہی کا ترتیب دیا ہوا ہے اس میں انہوں نے اپنے والد کی جمع کی ہوئی حدیثوں کو ایک خالق طریق پر یک جا کیا ہے۔ عبداللہ کے بعد کچھ محدثین نے اس ترتیب کو بدلنے کی خواہش کی ہے ۔ عبداللہ کی ترتیب پر حافظ ذہبی تنقید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اگر امام عبداللہ مسند کو صحیح مرتب کر دیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ شاید اللہ سبحانہ اپنے کسی بندے کو توفیق دے کہ وہ اس کی خدمت کرے اس پر عنوان قائم کرے

اور اس کے رجال پر بحث کرے اس کی وضع و ہیئت بدل دے اس مجموعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا کثیر حصہ موجود ہے اور بہت کم ایسا ہے کہ صحیح حدیث تو ہو لیکن اس مجموعہ میں نہ ہو۔ البتہ حسان کا استیعاب اس میں نہیں ہے گو اکثر یہ بھی موجود ہیں۔ باقی غریب اور ضعیف روایات تو ان کی مشہور روایتیں اس میں موجود ہیں۔ ہاں ان حدیثوں کا بڑا حصہ چھوڑ دیا ہے جو سنن اربعہ اور معجم طبرانی وغیرہ میں موجود ہے۔ (۱۶)

باوجودیکہ اس میں جیسا کہ حافظ شمس الدین الحسینی نے "التذکرہ برجال العشرہ' میں تصریح کی ہے چالیس ہزار حدیثیں آگئی ہیں پھر بھی احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

امام احمد سے اس کتاب میں بہت سی صحیح حدیثیں چھوٹ گئی ہیں باوجودیکہ کوئی اور مسند کثرت احادیث اور حسن ادا میں اس کے ہم پلہ نہیں ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ جماعت صحابہ میں دو سو کے قریب ایسے حضرات کی روایتیں اس میں موجود نہیں کہ جن سے صحیحین میں احادیث آئی ہیں۔ (۱۷)

کیا مسند میں موضوع احادیث بھی ہیں؟

یہ سوال بھی ارباب تحقیق کے یہاں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس موضوع پر محدثین اور محققین نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ عراقی کو اس پر اصرار ہے کہ مسند میں بہت سی حدیثیں ضعیف ہیں اور موضوع بھی ہیں لیکن موضوع کم ہیں۔ حافظ عراقی نے اپنے اس دعوے کی دلیل میں ان حدیثوں کی نشاندہی کی ہے جن کے بارے میں اہل فن کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں موضوع ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو موسی المدینی نے ان میں سے بعض روایات کا خصائص المسند میں تذکرہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں ان احادیث پر پیدا شدہ اعتراضات کا جواب دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ مسند میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔ حافظ ابن تیمیہ اسے تو تسلیم کرتے ہیں کہ مسند میں کچھ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن یہ نہیں مانتے کہ امام احمد کی روایت کردہ کوئی حدیث مسند میں موضوع بھی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"مسند میں روایت کی شرط انہوں نے یہ رکھی ہے کہ کسی ایسے راوی سے روایت نہیں لیں گے جو دروغ گوئی میں ان کے یہاں معروف ہو ہاں ان کے صاجزادے عبداللہ نے مسند میں کچھ اضافے کئے ہیں بعد ازیں عبداللہ کے شاگرد ابوبکر قطیعی نے بہت سی موضوع حدیثیں زیادہ کر دی ہیں ۔ حقیقت حال سے ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ موضوع حدیثیں بھی امام احمد ہی کی روایت کردہ ہیں حالانکہ یہ خیال سراپا غلط ہے۔ (۱۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی بھی حافظ ابن تیمیہ کے اس میں ہم زبان ہیں مگر تین یا چار حدیثوں کے بارے میں ان کو خود تامل ہے۔ چنانچہ تعجیل المنفعہ میں فرماتے ہیں کہ:

مسند میں تین یا چار حدیثوں کے سوا کوئی بے اصل یا موضوع نہیں ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے ان لوگوں کی بڑی شد و مد سے تردید کی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مسند میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے۔ پروفیسر ابو زھرہ نے اپنی مشہور کتاب "احمد بن حنبل" میں ابن الجوزی کی کتاب صید الخاطر سے جو اقتباس نقل کیا ہے اس میں فرماتے ہیں:

"مجھ سے بعض اصحاب حدیث نے دریافت کیا کہ مسند میں کچھ حدیثیں ایسی ہیں جو صحیح نہیں ہیں میں نے کہا کہ وہاں میری یہ بات ان لوگوں پر گراں گذری جو مذہب حنبلی سے تعلق رکھتے ہیں میں نے ان لوگوں کی حرکت کو اس پر محمول کیا کہ یہ گروہ عوام ہے اور ان کی بات ناقابل التفات ہے اسی دوران میں ان لوگوں نے فتوے لکھے میں ان کی اس حرکت پر بے حد حیران ہوا اور دل میں کہا کہ کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ اہل علم بھی عوام جیسی باتیں کرتے ہیں اور یہ بات صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے حدیث کا نام تو سن لیا مگر ان کو صحیح اور سقیم کی پرکھ نہیں ہے"۔ (۱۹)

بہرحال اس موضوع پر علماء کی آراء مختلف ہیں اور یہ بات ہمیشہ سے بحث و نظر کا مرکز رہی ہے کہ مسند میں کوئی روایت موضوع موجود ہے یا نہیں ۔ ہمیں اس سلسلے میں حافظ ابن تیمیہ کا وہ فیصلہ پسند ہے جو انہوں نے اسی سے متعلق اپنی کتاب "التوسل و الوسیلہ" میں درج کیا ہے۔

"اگر موضوع سے مراد یہ ہے کہ کسی کذاب راوی کی حدیث مسند میں ہے تو یہ

قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اگر مقصود یہ ہے کہ حضور کی کوئی بات کسی ایسے راوی کی راہ سے آئی ہے جو غلط گو یا حافظہ کی کمی کا شکار ہے تو یہ بالکل درست ہے مسند اور سنن میں ایسی حدیثیں موجود ہیں"۔ (۲۰)

کچھ بھی ہو لیکن مسند احمد کی اس خصوصیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسند احمد دوسرے تمام مسانید سے زیادہ صحیح ہے۔ جیسا کہ حافظ نور الدین ہیثمی نے نمایۃ المقصد فی زوائد المسند میں تصریح کی ہے۔

"مسند احمد دوسرے مسندوں سے زیادہ صحیح ہے"۔ (۲۱)

مسند کے مرویات کی قسمیں۔

زاوائد کے اعتبار سے مسند کی روایتوں کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ وہ روایتیں جن کو امام صاحب کے بیٹے عبداللہ آپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اور یہی اصل مسند احمد ہے اس میں اس طرح کی روایتیں ۳/۴ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔

۲۔ وہ حدیثیں جن کو عبداللہ نے آپ سے بھی اور آپ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے سن کر روایت کیا ہے اس طرح کی حدیثیں بہت کم ہیں۔

۳۔ وہ حدیثیں جن کو عبداللہ نے آپ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے نقل کیا ہے، اسی قسم کی روایتوں کو زوائد عبداللہ کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد پہلی قسم سے کم مگر اور قسموں سے زیادہ ہے۔

۴۔ وہ حدیثیں جن کو عبداللہ نے امام صاحب سے سنا تو نہیں ہے، لیکن ان کی آپ کے سامنے قرات کی تھی۔ اس قسم کی روایتیں بہت کم ہیں۔

۵۔ ایسی حدیثیں جن کو انہوں نے نہ امام صاحب سے سنا اور نہ آپ کے سامنے پڑھا بلکہ آپ کی کتاب یا کسی تحریر سے حاصل کیا ہے اس طرح کی روایتوں کی تعداد بھی کم ہے۔

۶۔ ابوبکر قطیعی کے زیادات جن کو انہوں نے عبداللہ اور ان کے والد کے بجائے کسی اور سے بیان کیا ہے۔ اس طرح کی روایتیں بہت کم ہیں۔

مسند اور زوائد کا فرق:۔

جو روایتیں امام صاحب سے مروی ہوتی ہیں' ان کی علامت یہ ہے۔ حدثنا عبداللہ حدثنی ابی۔ اور زوائد عبداللہ کی علامت۔ حدثنا فلاں (یعنی عبداللہ اور ان کے والد کے نام کے بغیر)۔

یہ ہے مسند احمد کے موجودہ متداول نسخہ کی ہیئت جس میں تقریباً سات سو صحابہ کی حدیثیں شامل ہیں اور جن کی تعداد عام طور سے تیس اور چالیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ لیکن ابن خلدون کا کہنا ہے کہ وہ پچاس ہزار ہیں۔ مگر وہ اپنے قول میں منفرد ہیں' بقیہ دونوں اقوال میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ مسند کی اصل روایات تو تیس ہزار ہی ہیں۔ دس ہزار کے قریب زوائد عبداللہ ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مکررات کے ساتھ ۴۰ ہزار اور حذف مکررات کے بعد تیس ہزار حدیثیں رہ جاتی ہیں۔ (۴۲)

وقف مستنصریہ کے نسخہ کے مطابق مسند احمد بن حنبل ۲۴ جلدوں پر مشتمل ہے' اور اس میں ۱۷۲ اجزاء ہیں۔ تجزیہ کنندہ کا نام ابو علی حسن بن علی المذہب (م: ۴۴۴ھ) ہے' جنہوں نے ابوبکر احمد ابن جعفر قطیعی سے مسند کی روایت کی ہے۔ مسند کے قلمی نسخے یورپ' آستانہ' اور خدیو مصر کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اور ۱۳۱۳ھ میں وہ مطبعہ میمنہ مصر سے چھ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے حاشیہ پر منتخب کنزالعمال بھی ہے۔ تمام جلدوں کے صفحات کی مجموعی تعداد ۲۸۸۰ ہے۔

مسند کی تالیف میں احتیاط۔

امام احمد نے مسند کی ترتیب و تالیف میں غیر معمولی احتیاط اور جانفشانی سے کام لیا ہے' ان کا خود بیان ہے کہ انہوں نے اس کو ساڑھے سات لاکھ سے زائد حدیثوں سے منتخب و مرتب کیا تھا۔ علماء کا بیان ہے کہ انہوں نے مسند کی تدوین میں صحیح احادیث کی تخریج اپنے اوپر لازم کر لی تھی۔ ابو موسی مدینی کا بیان ہے کہ امام صاحب نے مسند میں ان ہی لوگوں سے روایتیں نقل کی ہیں' جن کی صداقت و دیانت مسلم تھی۔ ایسے راویوں کی روایتیں بیان کرنے میں پرہیز کیا ہے۔ جن کی امانت و دیانت میں طعن کیا گیا ہے۔ (۴۳)

امام صاحب کا خود بیان ہے کہ میں نے اس کتاب کو لوگوں کے لئے امام و حجت بنایا ہے تاکہ اختلاف کے وقت وہ اس کی جانب رجوع کریں۔ اگر اس میں ان کو کوئی حدیث مل جائے تو

ٹھیک ہے ورنہ وہ کسی ایسی حدیث کو صحیح تسلیم نہ کریں جو اس میں موجود نہ ہو۔

اسی احتیاط کی بناء پر امام صاحب مسند کے مسودہ میں ہمیشہ کانٹ چھانٹ اور حذف و ترمیم کرتے رہتے' اور متن و اسناد دونوں کے سلسلہ میں پوری احتیاط ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ایک روایت کے متعلق آپ کے صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ میرے والد نے مرض الموت میں مجھ سے فرمایا کہ اس کو مجموعہ سے خارج کر دو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول (اسمعوا واطیعوا) کے خلاف ہے' حالانکہ یہ روایت ثقہ لوگوں سے مروی تھی۔ لیکن اس کا متن مشہور حدیثوں کے خلاف ہے' اس لئے آپ نے اس کو حذف کرنے کی ہدایت فرمائی۔ (۲۴)

متن کی طرح اسناد میں بھی پوری احتیاط برتتے تھے۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے عبدالعزیز بن ابان کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے مسند میں ان سے کوئی حدیث نہیں لی ہے کیونکہ وہ حدیث مواقیت کو بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ کی ایک روایت کے متعلق عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اس کو مسند میں اس لئے نہیں نقل کیا کہ اس میں ایک راوی ناصح ہیں جو ضعیف الحدیث ہیں۔ لیکن نوادر میں انہوں نے اس کا مجھے املا کرایا تھا۔

احتیاط ہی کی وجہ ہے آخر میں انہوں نے عبدالرازق سے بھی روایت کرنا ترک کر دیا تھا۔ عبداللہ آپ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبدالرازق سے شروع دور کے علاوہ اور کبھی کوئی حدیث تحریر نہیں کی۔ انہی کا بیان ہے کہ ۲۰۰ھ کے بعد جن لوگوں نے عبدالرزاق سے روایتیں سنیں' ان کا سماع ضعیف ہے۔ میرے والد نے قدیم زمانہ میں ان سے حدیثیں سنی تھیں۔ ان کی احتیاط کا اس سے اندازہ ہوگا کہ باوجودیکہ آپ کو لاکھوں حدیثیں زبانی یاد تھیں لیکن وہ محض اپنی یادداشت سے کوئی حدیث بیان کرنا احتیاط کے خلاف سمجھتے تھے۔ علی بن مدینی کا بیان ہے کہ ہمارے رفقاء اور اصحاب میں امام احمد سے بڑا کوئی حافظ نہ تھا لیکن وہ کتاب سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے' ان کے اس طرز عمل میں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ وہ ہم کو بھی تاکید کرتے تھے کہ جب حدیثیں بیان کریں تو کتاب کو پیش نظر رکھیں۔ (۲۵)

ابراہیم بن خالد بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام احمد کی مجلسوں میں حدیثوں پر بحث و

مذاکرہ اور ان کو یاد کرتے لیکن جب ہم ان کو قلمبند کرنا چاہتے تو وہ تیزی کے ساتھ ایک کتاب اٹھا کر لاتے اور فرماتے کہ "کتاب بہترین یادداشت ہے"۔

کوئی ایسی روایت نہیں بیان کرتے تھے جو صرف ایک ہی مسند سے مذکور ہو۔ صرف اسی صورت میں بیان کرتے جب اسی سے ملتے جلتے مضمون کی کوئی اور روایت بھی مل جاتی۔

فضائل وغیرہ کی حدیثوں میں تھوڑی بہت نرمی گوارا بھی کر لیتے تھے لیکن احکام' حدود اور کفارات وغیرہ میں ذرا بھی تساہل گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ان کی ترغیب و جزاء وغیرہ سے متعلق اگر کوئی حدیث ہم کو معلوم ہوتی ہے تو اس میں زیادہ شدت نہیں اختیار کرتے لیکن حدود 'کفارات اور فرائض وغیرہ سے متعلق روایتوں میں بڑی چھان بین اور پوری احتیاط اور سختی سے کام لیتے ہیں۔ (۳۶)

مسند احمد کی اہمیت۔

مسند کی ترتیب میں امام صاحب نے جس قدر احتیاط ملحوظ رکھی ہے وہ خود اس کی اہمیت کا بڑا ثبوت ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

محدثین نے مسانید کا درجہ سنن سے کمتر قرار دیا ہے لیکن مسند احمد کی حیثیت عام مسانید سے مختلف ہے' اسی لئے صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے کتب حدیث کے درجے بیان کرتے ہوئے اس کو دوسرے درجہ کی کتابوں یعنی سنن ابی داود' جامع ترمذی اور سنن النسائی کے قریب قریب قرار دیا ہے' اور تیسرے درجہ کی کتابوں سے جس میں عام جوامع و مسانید کو محسوب کیا ہے' اس کو بھی اہم اور ممتاز کہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسند احمد اگر صحاح کی کتابوں کے ہم رتبہ نہیں تو قریب قریب ان کے ہم پلہ ضرور ہے۔

دین و شریعت کو جاننے اور سمجھنے کے لئے امت نے جن کتابوں کو اہم اور بنیادی قرار دیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے اور اس پر پوری ملت اسلامیہ کا ہمیشہ اعتماد و اعتبار رہا ہے۔ اور محدثین نے اس سے ہمیشہ اخذ و استناد کا کام لیا ہے۔ علامہ ابن سبکی فرماتے ہیں۔

"مسند احمد اس امت کی اصولی اور بنیادی کتابوں میں ہے"۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں۔

"وہ بڑی اہم اور منجملہ ان کتابوں میں ہے جو اسلام کی بنیادی کتابیں سمجھی جاتی ہیں"۔ (۲۷)

اور ابو موسیٰ محمد بن ابوبکر مدینی کا بیان ہے۔

"یہ کتاب یعنی مسند احمد ایک اہم، اصل اور محدثین کے لئے قابل وثوق مرجع ہے، اس کو انہوں نے بیشمار احادیث و روایات سے رہنمائی اور اعتماد کے لئے منتخب و مرتب اور نزاع کی صورت میں استناد و رجوع کا ذریعہ بنایا تھا"۔ (۲۸)

آپ کے بھتیجے کا بیان ہے کہ "ہمارے چچا نے مجھ کو صالح اور عبداللہ کو جمع کر کے مسند پڑھی، ہم لوگوں کے علاوہ کسی نے اس کتاب کو مکمل طور پر امام صاحب سے نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں سے انتخاب کر کے اس کو جمع کیا ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہو، اس میں اس کتاب کی جانب رجوع کرو۔ اگر اس میں مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو حجت نہ سمجھو۔

علامہ ابن خلکان کی رائے ہے کہ "امام صاحب امام المحدثین تھے انہوں نے مسند کی تالیف، اور اس میں ایسی حدیثیں جمع کیں جن کو جمع کرنا دوسروں کے لئے ممکن نہ تھا"۔ (۲۹)

مصر کے مشہور عالم احمد عبدالرحمان بناساعاتی فرماتے ہیں "امام صاحب کا امت پر بڑا احسان اور ان کا قابل تعریف کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کے لئے اپنی مشہور کتاب مسند احمد کی تخریج کی جس کی اہمیت کا ہر زمانہ کے محدثین نے اعتراف کیا ہے کہ وہ تمام کتب سنت میں صحیحین کے بعد سب سے زیادہ صحیح اور حدیثوں کی جامع ہے۔ ایک مسلمان کو دنیا اور آخرت میں جن چیزوں کی احتیاج ہو سکتی ہے بلاشبہ وہ سب اس میں موجود ہیں۔ اس طرح اس کتاب کا نفع اور اس کی برکت ہمیشہ جاری رہی اور سنت نبوی کے عظمت شناس برابر اس کے قدردان رہے، اور جب تک دنیا میں اسلام اور مسلمان باقی ہیں۔ ان کا یہ عمل قابل قدر اور مشکور جائے گا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

"میری اس ناچیز تالیف کا مقصد اس کتاب عظیم کی مدافعت ہے جس کو امت میں قبولیت و عزت حاصل ہوئی اور جس کو امام احمد نے ایسا رہنما اور حجت بنایا ہے جس کی جانب رجوع اور اختلاف کی صورت میں جس پر اعتماد کیا جائے"۔

متاخرین علماء نے ایک محدث کے لئے جن کتابوں کے مطالعہ اور حفظ کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے' ان میں ایک مسند احمد بھی ہے (۳۰)

اس قسم کے اقوال' آراء مسند کی اہمیت اور امت اس کی مقبولیت کے شاہد ہیں۔

کتب حدیث میں مسند احمد کا درجہ۔

یہ صحیح ہے کہ مسانید کا مرتبہ محدثین کے نزدیک کتب سنن کے برابر نہیں ہے کیونکہ ارباب مسانید کی شرط صرف اس قدر ہوتی ہے کہ وہ صحابی کے مرویات و احادیث کو الگ الگ مرتب اور ان کی تمام روایتوں کا استقصاء کر دیں' ان کی نظر نہ تو ابواب پر ہوتی ہے اور نہ قابل احتجاج روایات پر۔ لیکن مسند احمد بن حنبل عام مسانید کی طرح نہیں ہے۔ امام صاحب نے اس کی صحت میں بڑا اہتمام اور تالیف میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس لئے علماء و محدثین نے اس کو عام مسانید سے ممتاز اور وبرتر بنایا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے کتب حدیث کے اقسام و طبقات بیان کرتے ہوئے اس کو کتب صحاح کے قریب قریب بتایا ہے اور عام جوامع و مسانید میں اس کا شمار نہیں کیا ہے۔ اس اعتبار سے اول درجہ کی کتابوں موطا اور صحیحین کے بعد جن کتابوں کا مرتبہ اور درجہ ہے۔ ان میں ایک مسند ابن حنبل بھی ہے۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ وہ انتخاب و تحریر کے لحاظ سے ان کتابوں سے بہتر ہے جن کے مصنفین نے جمع و ترتیب میں صحت کا التزام نہیں کیا ہے۔ اس میں صحیحین کے مقابلہ میں جو زوائد ہیں۔ ترمذی اور ابو داود کے زوائد کے مقابلہ میں کم ضعیف ہیں اور اس کی ہر روایت مقبول اور ضعیف روایتیں بھی حسن سے قریب تر ہیں۔

اس کے بارے میں امت کا فیصلہ یہ ہے۔

"یہی کتب صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک و مسند احمد اصل دارومدار اور اعتماد کی چیزیں اور جو روز روشن کی طرح نمایاں اور مشہور ہیں۔ (۳۱)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی حدیث کی نوعیت عام کتب مسانید کی حدیثوں سے مختلف ہے۔ ابو الحسن علی بن احمد ہیثمی لکھتے ہیں کہ وہ دوسری کتابوں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح اور بہتر ہے۔

مصری عالم عبدالعزیز خولی لکھتے ہیں "کتب مسانید کا درجہ کتب سنن سے کمتر ہے۔ اس لئے کہ ان کے مصنفین ہر صحابی کی مسند میں ان کی تمام روایات کو اکٹھا کر دیتے اور صحیح و سقیم میں امتیاز نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے ان سے مطلق اور بلا قید استدلال جائز نہیں، مگر محدثین نے مسند احمد کو ان سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ان اقوال اور تفصیلات سے مسند کے مرتبہ اور درجہ کا خود بخود تعین ہو جاتا ہے کہ وہ دوسرے درجہ کی کتابوں یعنی صحاح کے بالکل تو نہیں لیکن قریب قریب برابر اور عام مسانید و جوامع سے جو تیسرے طبقہ میں خیال کی جاتی ہیں بہتر اور اہم ہے۔ اس لئے موطا، صحیحین اور ابو داود، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

> "قریب قریب مسند احمد کا نمبر بھی اسی دوسرے درجہ کی کتابوں میں آتا ہے۔ اس لئے کہ امام احمد نے اس کو صحیح و سقیم میں امتیاز کے لئے اصل قرار دیا اور فرمایا ہے کہ جو روایت اس میں نہ ہو اس کو قبول نہ کرو"۔ (۳۲)

خصوصیات۔

مسند کی اہمیت اور درجہ کے تعین کے بعد اس کی خصوصیات پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہو گا۔

۱) مسند احمد کی سب سے پہلی خصوصیت تو یہی ہے جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی یعنی علمائے حدیث نے اس کو بھی حدیث کی اہم اور صحیح کتابوں کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ اور قریب قریب انہی کی طرح مستند و معتبر قرار دیا ہے۔

۲) اس وقت حدیثوں کے جو مجموعے موجود ہیں، ان میں صحت و وثوق کے لحاظ سے بعض کتابوں کا پایہ مسند سے بلند ہے۔ لیکن اس سے بڑا اور ضخیم کوئی مجموعہ حدیث نہیں۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

"ان کے اس قول کہ " مسند احمد الی آخرہ" سے مراد یہ ہے کہ اس میں ان تمام کتابوں سے زیادہ حدیثیں ہیں اور یہ واقعہ بھی ہے"۔

حافظ ابن کثیر اور ابوبکر ہیثمی کا بیان ہے کہ "باعتبار کثرت کوئی اور کتاب اس کا مقابلہ نہیں، کر سکتی"۔

۳) تیسری خصوصیت اس کی جامعیت ہے۔ یعنی احادیث کے دوسرے مجموعوں میں جو روایات و احادیث متفرق طور پر پائی جاتی ہیں ان کا بیشتر حصہ اس میں موجود ہے۔ ایک مرتبہ ابوالحسن علی بن محمد سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو کتب ستہ زبانی یاد ہیں' انہوں نے فرمایا کہ ہاں یاد بھی ہیں اور نہیں بھی۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا کہ مجھے امام احمد کی مسند یاد ہے جس میں صحاح کی کم ہی حدیثیں نہیں ہیں یا یہ فرمایا کہ صحاح کے اندر جو کچھ ہے ان میں سے چند کے علاوہ سب کی اصل سند میں موجود ہے۔ اس لحاظ سے گویا میں ان کا بھی حافظ ہوں۔

اور بعض علماء کا بیان ہے کہ اگر کسی کو تمام کتابوں کی جامع کسی ایسی کتاب کی ضرورت ہو جس کا مصنف بھی عظیم و جلیل ہو تو اسے مسند احمد کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

۴) مسند احمد کی ایک خوبی اس کا تصنیفی حسن اور اخبار و روایات کا مناسب و بہتر انتخاب بھی ہے' مبصرین اور اہل نظر کو اس کا اعتراف ہے کہ وضع اور تالیف کے لحاظ سے وہ بے مثال کتاب ہے۔ حافظ ابن حجر نے علامہ ابن صلاح کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"وہ سب سے اہم اور بڑی مسند اور وضع و انتخاب کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے"۔

علی بن ابوبکر ہیثمی اور علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں ۔

"مسانید میں کوئی مسند کثرو حسن بیان میں مسند احمد کے برابر نہیں"۔

۵) مسند کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ۳۰۰ ثلاثی روایتیں ہیں' اس خصوصیت میں حدیث کی بہت کم کتابیں اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔

۶) دقت نظر کے ساتھ مسند کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے ہر صحابی کے مسند میں کوئی نہ کوئی ایسی روایت ضرور ذکر کر دی ہے جس سے اس کی شخصیت کا اجمالی خاکہ اور

کسی اہم خصوصیت کی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکر نہایت رقیق القلب اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے۔ حضرت عمر میں غیر معمولی جرأت و بے باکی تھی اور وہ خلاف حق بات دیکھ کر سخت غضبناک ہو جاتے تھے۔ معاملات و مسائل میں رائے و مشورہ (جمہوریت) سے کام لیتے تھے۔ حضرت عثمان نرم خو بھی تھے اور شرم و حیاء کا مجسم پیکر بھی۔ حضرت علی کے مزاج میں فقر اور استغنا تھا اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا۔

۷) امام احمد کی یہ کتاب گو احادیث کا مجموعہ ہی سہی لیکن اس میں حضرت ابوبکر وغیرہ کے خطبے اور فرامین بھی آ گئے ہیں۔ اسی طرح یہ مسند گو فقہ و احکام کی کتاب نہیں ہے اور نہ امام صاحب کا اس کی تالیف سے بجز خدمت و تدوین حدیث کے کوئی اور مقصد تھا۔ لیکن فقہائے صحابہ کے فتوے، استفتاء اور بعض فقہی مسائل کا بھی کہیں کہیں ذکر آ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو فقہی شان سے بھی یکسر خالی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ کی تیسری خوبی یہ ہے کہ بعض بعض واقعات کی پوری اور مکمل تفصیل اس میں آ گئی ہے۔ مثلاً حضرت عمر کے اسلام، حضرت عثمان کی شہادت جس کے لئے انہوں نے مسند عثمان کے آخر میں ایک مستقل باب اخبار عثمان کے نام سے قائم کیا ہے۔ اسی طرح ہجرت حبشہ، حضرت جعفر اور نجاشی کی گفتگو اور خوارج وغیرہ کے واقعات کی مکمل تفصیل بیان کر دی ہے۔

۸) مسند کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سے امام صاحب کے فنون حدیث میں مہارت اور ژرف نگاہی کا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے وہ متعدد خوبیوں کی جامع معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً تعدد طرق، متابعات و شواہد لفظی و معنوی اختلافات وغیرہ کا تذکرہ۔ رواہ کے ناموں میں ابہام کی توضیح، اشتباہ کا تذکرہ، راوی اور روایت کے متعلق کوئی تفصیل ہو تو اس کا اور اس نے کسی شک و تردد کا اظہار کیا ہو تو اس کی وضاحت اضافہ اور حذف کی تصریح۔ امام صاحب کا اپنے خیالات کا بعض بعض مقام پر تذکرہ، اسی طرح ان کے صاحبزادہ عبداللہ کی متعدد مقامات پر وضاحتیں راویوں کے مقام و وطن اور خاندان و قبیلہ کی نشاندہی وغیرہ۔ اسی طرح اگر امام صاحب کے کسی استاذ یا استاذ الاستاذ نے کسی روایت کی خصوصیت سے تصویب کی ہو تو اس کا اور کبھی کبھی خود اپنی تصویب کا بھی ذکر صحابی تک منتہی روایت کی رفعیت و عدم رفعیت کی تصریح اور عبداللہ کا امام صاحب کی کتاب یا املاء سے نقل روایت وغیرہ کا تذکرہ۔ ان ساری باتوں کا مسند

احمد میں ذکر ملتا ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں محدثانہ شان و عظمت پوری طرح موجود ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ محمد ابو زھرہ ۔ امام احمد بن حنبل ۔ ص:۵٦

۲۔ ابن جوزی: ابو الفرج عبد الرحمن ۔ مناقب الامام احمد بن حنبل (طبع: مکتبہ خانجی مصر) ۔ ص:۲۱

۳۔ ایضاً ۔ ص: ۱۲۳

۴۔ محمد ابو زھرہ ۔ ص: ۴۷

۵۔ ابن قیم الجوزی ۔ اعلام الموقعین (طبع: مکتبہ کلیات قاہرہ ۱۹٦۸ء) ۱/ ۲۲

٦۔ محمد ابو زہرہ ۔ ص: ۱٦۷

۷۔ ایضاً ۔ ص: ۱٦۸

۸۔ ایضاً

۹۔ خطیب بغدادی ۔ تاریخ بغداد ۔ (طبع: مطبع السعادہ قاہرہ ۱۹۳۱ء۔

۱۰۔ عبد الرحمن مبارک پوری ۔ تحفہ الاحوذی (مقدمہ) ۔ (طبع: جید برقی پریس دہلی ۱۳۵۲ھ) ۔ ص: ۳۵

۱۱۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ۔ بستان المحدثین (اردو ترجمہ) ۔ (طبع: کراچی ت ۔ ن) ص: ۵۵

۱۲۔ احمد بن حنبل ۔ امام ۔ المسند ۔ ۱/ ۲۷، ۳۷

۱۳۔ شاہ عبد العزیز ۔ ص: ۵٦

۱۴۔ مسند احمد بن حنبل (مقدمہ)

۱۵۔ طبقات الحنابلہ ص: ۱۳۳

۱٦۔ مسند احمد بن حنبل (مقدمہ)

۱۷۔ مولانا محمد علی الصدیقی ۔ امام اعظم اور علم الحدیث ۔ (طبع سیالکوٹ ۱۹٦٦ء) ص: ۴۲۴

۱۸۔ ایضا۔ ص: ۴۲۵

۱۹۔ ایضا۔ ص: ۴۲۶

۲۰۔ حافظ ابن تیمیہ۔ التوسل والوسیلہ

۲۱۔ امام اعظم اور علم حدیث۔ ص: ۴۲۶

۲۲۔ ایضا۔ ص: ۵۶

۲۳۔ محمود حسن ٹونکی۔ معجم المصنفین (طبع بیروت ۱۳۴۴ھ) ص: ۴۳۴

۲۴۔ ابوبکر بن احمد بن محمد تقی الدین دمشقی۔ طبقات الشافعیہ (طبع: بیروت)۔ ۲۰۲/۱

۲۵۔ ابوالفلاح عبدالحیٔ بن عماد حنبلی (طبع: مکتبہ قدسی قاہرہ ۱۳۵۰ھ) ۹۷/۲۔

۲۶۔ ایضا۔ ۹۸/۲

۲۷۔ حاجی خلیفہ۔ مصطفیٰ بن عبداللہ۔ کشف الظنون (طبع: استنبول ۱۳۶۲ھ)۔ ۴۳۱/۲

۲۸۔ طبقات الشافعیہ۔ ۲۰۱/۱، ۲۰۲

۲۹۔ ابن خلکان۔ قاضی ابوالعباس احمد۔ وفیات الاعیان (طبع مکتبہ النہضہ مصر ۱۳۱۰ھ)۔ ۲۸/۱

۳۰۔ سیوطی: عبدالرحمن بن ابی بکر۔ تدریب الراوی (طبع: دار نشر کتب الاسلامیہ لاہور ت۔ ن)۔ ص: ۶

۳۱۔ ابن عساکر: علی بن حسن شافعی۔ التاریخ الکبیر۔ (طبع: روضہ الشام ۱۳۲۹ھ)۔ ۱۰/۲

۳۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ حجتہ اللہ البالغہ۔ طبع: مطبعہ المنیریہ مصر ۱۳۵۲ھ)۔ ۱۰۷/۱